اندھیر نگری چوپٹ راج

محمد عثمان

اگلے وقتوں کی بات ہے کہ ایک استاد اور اس کا شاگردِ خاص سیر و سیاحت کے دلدادہ تھے۔ ان کے ماہ و سال سفر میں گزرا کرتے تھے۔ سفر کے دوران وہ مہینہ دو مہینہ کسی جگہ پر قیام کرتے اور پھر وہاں سے کوچ کرکے کسی اور جگہ کے لیے رختِ سفر باندھ لیتے۔ یونہی دیس دیس کی خاک چھانتے وہ دونوں ایک ایسی ریاست میں جا نکلے جہاں کا دستور و رواج عجب نرالا تھا۔ اس ریاست میں ہر شے کی ایک ہی قیمت تھی۔ سبزیوں سے لے کر مصالحہ جات تک اور نمک سے لے کر سونے تک ہر چیز کی قیمت یکساں تھی۔ اتنی ارزانی دیکھ کر شاگرد کی تو باچھیں کھل گئیں۔ وہ کھانے پینے کا رسیا تھا لیکن پیسوں کی قلّت کی وجہ سے وہ اپنا شوق پورا نہیں کر سکتا تھا۔ اب جو اس نے طرح طرح کے مرغن و لذیذ کھانے اتنے سستے داموں فروخت ہوتے دیکھے اس کی تو گویا لاٹری نکل آئی۔ ہر وقت کھاتے رہنے کی وجہ سے مہینے بھر میں ہی اس کی توند باہر نکل آئی تھی۔ مہینہ گزر جانے کے بعد جب وہاں سے کوچ کرنے کا وقت آیا تو شاگرد اپنے استاد سے وہاں اپنی مدت سکونت کو طوالت دینے کی التجائیں کرنے لگا۔

"یا شیخ ! براہ کرم یہاں اپنے قیام کی مدت بڑھا دیجئے۔ میں اس شاندار ریاست میں اشیائے خورد و نوش کی قیمتوں کی ارزانی سے مزید کچھ عرصہ لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔"

اس کی بات سن کر عقل مند استاد بولا "مجھے اس شہر میں خطرے کی بو محسوس ہو رہی ہے اس لیے یہاں مزید قیام کرنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کسی مشکل میں پھنس جائیں اور پھر ہمیں اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے۔"

لیکن شاگرد اس وقت اپنے دماغ کی بجائے پیٹ سے سوچ رہا تھا۔ اپنی شکم پروری کے شوق کی وجہ سے وہ اپنے جہاں دیدہ اور دور اندیش استاد کی بات سمجھنے سے قاصر رہا اور اپنی بات پر اڑا رہا۔ بالآخر استاد نے اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور ان دونوں نے وہیں ڈیرہ ڈال لیا۔

ایک دن وہ دونوں سیر کرتے کرتے بادشاہ کے دربار کی طرف آ نکلے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت اپنے تخت پر متمکن ہیں۔ جلو میں خدام مگس رانی کر رہے ہیں۔ پہلوؤں میں وزرا بھی

براجمان ہیں۔ عوام کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ شاہی عدالت قائم ہے۔ لوگ اپنے مقدمات پیش کر رہے ہیں اور بادشاہ سلامت ان کو سن کر فیصلے صادر کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص لنگڑاتا ہوا آگے بڑھا اور فریادیوں کے لیے مخصوص جگہ پر جا کھڑا ہوا۔ پھر اس نے اپنی کتھا سنانا شروع کی:

"بادشاہ سلامت ! میں ایک معمولی سا چور ہوں۔ چوری چکاری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا میرا پیشہ ہے۔ کل رات جب میں نے چوری کرنے کی غرض سے ایک مکان کی دیوار میں نقب لگائی تو پوری دیوار میری ٹانگ پر آ گری اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ حضور والا ! ٹانگ ٹوٹنے سے میں معذور ہو گیا ہوں اور اپنا پیشہ جاری رکھنا میرے لیے اب ناممکن ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ مالک مکان سے پوچھیں کہ اس نے اتنی کچی دیوار کیوں بنائی کہ نقب سہہ نہ سکی اور مجھ پر گر گئی۔ امید ہے کہ آپ اس بندہ ناچیز کو انصاف ضرور دلوائیں گے۔"

چور کی بات سن کر استاد اور شاگرد حیرت سے دنگ رہ گئے۔ تاہم مجمعے میں موجود دیگر لوگوں کے چہروں پر حیرت و استعجاب کا عنصر ناپید تھا گویا وہ اس قسم کے مقدمات کے عادی تھے۔ چور کی فریاد سننے کے بعد بادشاہ سلامت گویا ہوئے "بالکل ! انصاف تو تمہیں ضرور ملے گا۔ فوراً اس مالک مکان کو حاضر کیا جائے۔"

اتفاق سے مالک مکان بھی مجمعے میں موجود تھا۔ اپنے نام کا بلاوا سن کر وہ آگے آ گیا۔ اسے دیکھ کر بادشاہ نے کہا "یقیناً تم نے مدعی کی زبانی اپنا جرم سن لیا ہو گا۔ تمہارے مکان کی ناپائیدار دیوار کی وجہ سے ہماری ریاست کا ایک ہنرمند شہری معذور ہو گیا ہے۔ تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہو گے ؟"

مالک مکان بولا "بادشاہ سلامت ! یہ مکان میں نے نہیں بلکہ مستری نے تعمیر کیا تھا۔ لہٰذا دیوار کی ناپائیداری کا ذمہ دار مستری ہے۔"

اس کا جواب سن کر بادشاہ نے مستری کو دربار میں طلب کیا اور اس سے ناپختہ دیوار بنانے کی وجہ دریافت کی۔ مستری کہنے لگا "بادشاہ معظم ! میں ایک عرصے سے معماری کا کام کر رہا ہوں لیکن آج تک ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ یقیناً دیوار کی تعمیر میں استعمال ہونے والا گارا ناقص تھا۔ اس بات کی وضاحت تو اس دن میرے ساتھ کام کرنے والا مزدور ہی پیش کر سکتا ہے۔"

مستری کی اس بات پر بادشاہ نے مزدور کو بلانے کا حکم دیا۔ مزدور کے پیش ہونے پر بادشاہ نے اس سے ناقص گارا بنانے کی بابت پوچھا تو وہ کہنے لگا "حضور والا ! اس دن جب میں گارا بنا رہا تھا تو وزیراعظم صاحب کی سواری ادھر آ نکلی۔ وزیر اعظم صاحب ایک مست ہاتھی پر سوار تھے جو جھومتا ہوا میری ہی جانب بڑھ رہا تھا جس کی وجہ سے مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ میں نے فوراً مٹی میں بہت سا پانی ملایا اور بھاگ کھڑا ہوا۔"

مقدمہ کافی طویل ہو گیا تھا اور پورا مجمع ہمہ تن گوش ہو کر یہ دلچسپ کاروائی دیکھ رہا تھا۔ مزدور کی بات ختم ہونے پر بادشاہ نے استفہامیہ نگاہوں سے اپنے پہلو میں بیٹھے وزیراعظم کی طرف دیکھا۔ وزیراعظم بولا "حضور کا اقبال بلند ہو ! ہاتھی کی مستی میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ دراصل جب میں ہاتھی پر سوار ہو کر بازار سے گزر رہا تھا تو میری سواری کے قریب سے ایک عورت گزری تھی جس نے بجنے والے زیورات پہن رکھے تھے۔ ان زیورات کی جھنکار سن کر ہاتھی میرے قابو سے باہر ہو گیا۔"

وزیراعظم کی صفائی سن کر بادشاہ نے عورت کو دربار میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ عورت کے حاضر ہونے پر بادشاہ اس سے مخاطب ہوا "نیک بخت ! تو نے کیوں بجنے والے زیورات پہن رکھے تھے جن کی وجہ سے اتنا نقصان ہوا ؟"

وہ عورت کہنے لگی "جناب عالی ! وہ زیورات میں نے خود نہیں خریدے تھے بلکہ میرے شوہرِ نامدار نے مجھے لا کر دیئے تھے۔ آپ انہی سے پوچھئے کہ انہوں نے مجھے ایسے زیورات کیوں دلوائے۔"

اس بات پر عورت کے شوہر کو بلاوا بھیجا گیا۔ دربار میں پیش ہونے پر بادشاہ نے اس سے اپنی بیوی کو بجنے والے زیورات دلوانے کے بارے میں استفسار کیا تو اس نے سارا ملبہ سنار پر ڈال دیا۔ "حضور وہ زیورات میں نے سنار سے خریدے تھے۔ آپ اس سنار ہی سے دریافت کر لیں کہ اس نے اس قسم کے زیورات کیوں تیار کیے۔"

بادشاہ نے سنار کو دربار میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ حسبِ حکم سنار جب دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے اس سے بجنے والے زیورات تیار کرنے کی وجہ پوچھی۔ "جنابِ والا ! مختلف اقسام کے زیورات تیار کرنا میرا خاندانی پیشہ ہے۔ میرے باپ دادا سب اسی پیشے سے وابستہ تھے۔ اگر میں زیورات تیار نہیں کروں گا تو گزر بسر کیسے کروں گا؟"

سنار کا جواب سن کر بادشاہ نے ہاتھ اٹھا کر شاہی محرر کو اشارہ کیا۔ یہ اس بات کا عندیہ تھا کہ کاروائی مکمل ہو چکی ہے اور شاہی فیصلہ جاری ہونے والا ہے۔

"مدعی اور مدع الیہان کے بیانات اور حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے مابدولت اس فیصلے پر پہنچے ہیں کہ سنار اپنی صفائی پیش کرنے میں ناکام ہو گیا ہے لہٰذا وہ ہماری ریاست کے اس کارآمد شہری کی معذوری کا ذمہ دار ہے۔ اس جرم کی پاداش میں سنار کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے۔"

جیسے ہی بادشاہ نے اپنا فیصلہ سنایا، استاد اور شاگرد ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ البتہ مجمعے میں موجود لوگوں کے تاثرات سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ انہیں پہلے سے ہی اس فیصلے کا علم تھا۔ تاہم سنار کی حالت پتلی ہو رہی تھی۔ بادشاہ کے حکم پر جلاد سنار کو پھانسی گھاٹ پر لے آیا اور پھندا اس کی گردن میں ڈالنے لگا۔ سنار ایک دبلا پتلا آدمی تھا اس لیے پھندا اس کی گردن پر صحیح طرح کسا نہ جا سکا۔ جیسے ہی جلاد نے اس کے پیروں تلے سے تختہ ہٹایا پھندا اس کی گردن سے نکل کر منہ پر پھنس گیا اور سنار ہوا میں معلق ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ دیکھا تو اس نے جلاد کو پھندا صحیح طرح نہ کسنے پر ڈانٹا۔ جلاد نے بادشاہ کو بتایا کہ سنار کی گردن بہت پتلی ہے اس لیے پھندا فٹ نہیں ہو رہا۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ سنار کو اتار دیا جائے اور اس کی جگہ اس مجمعے میں سے کسی موٹی گردن والے کو پھانسی دے دی جائے۔ جلاد نے مجمعے پر نظر دوڑائی تو اس کو شاگرد نظر آیا جس کی گردن خوب ڈٹ کر کھانے کی وجہ سے کافی فربہ ہو چکی تھی۔ جلاد اس کو کھینچتا ہوا پھانسی گھاٹ پر لے آیا اور پھندا اس کی گردن پر کس دیا۔ پھندا اس کی گردن پر بالکل فٹ بیٹھا تھا۔ شاگرد کا رنگ خوف سے پیلا پڑ گیا۔ اس نے مدد طلب نگاہوں سے اپنے استاد کی جانب دیکھا جس نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔ دور اندیش استاد کے متنبہ کرنے کے باوجود ضدی شاگرد نے اس کی بات نہیں مانی تھی اور اب وہ خمیازہ بھگت رہا تھا۔ شاگرد نے امید بھری نظریں اپنے استاد پر ڈالیں گویا کہہ رہا ہو

"یا شیخ ! بس آج بچا لیجئے۔ آئندہ آنکھیں بند کر کے آپ کی ہر بات پر عمل کروں گا۔"

آخر استاد کو اس پر رحم آ گیا۔ جیسے ہی جلاد شاگرد کے نیچے سے تختہ کھینچنے لگا تو استاد بھاگتا ہوا آیا اور چیخنے لگا "اس کو نیچے اتار دو۔ اس کی جگہ مجھے پھانسی دے دو۔"

بادشاہ نے استاد کی طرف متعجبانہ انداز سے دیکھا اور کہا "بھلے مانس آدمی ! کیوں اپنی جان کے دشمن بنتے ہو؟ اس کی مصیبت اپنے سر کیوں لے رہے ہو؟"

استاد بولا "حضور میں اس کا استاد ہوں۔ ابھی میں نے مراقبہ کیا ہے اور مجھے الہام ہوا ہے کہ اس سعادتوں بھری ساعت میں جو شخص مرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ لہٰذا میں اس عظیم نعمت کے حصول کے لیے اس کی جگہ مرنا چاہتا ہوں۔"

"سچ کہہ رہے ہو نا؟" بادشاہ نے تصدیق کرنا چاہی۔

"جی حضور سولہ آنے سچ کہہ رہا ہوں۔" استاد نے جواب دیا۔

"تو پھر اس کو اتارو اور اس کی جگہ مجھے پھانسی دے دو تاکہ میں بھی جنت میں جانے والے فیروز بختوں میں شامل ہو جاؤں۔"

یہ کہہ کر بادشاہ نے پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالا اور پھندے میں جھول گیا۔ یوں استاد کی فراست کی بدولت "اندھیر نگری چوپٹ راج" کا خاتمہ ہوا اور عوام کو بادشاہ کی نااہلی اور بے تدبیری سے نجات ملی۔

(منقول)